INTERNATIONAL PREMIER JOURNAL OF LANGUAGES & LITERATURE (IPJLL)
VOLUME 3, ISSUE 4, 2025 p-ISSN: 3007-2336 e-ISSN: 3007-2344

کورونائی ادب اور خوف کے عناصر

CORONA LITERATURE AND ELEMENTS OF FEAR

Dr. Uzma Noreen
Uzma.noreen@gcwus.edu.pk
Lecturer, Urdu Department, G.C Women University, Sialkot, Punjab, Pakistan.

Abstract

Although every aspect of life is affected in any crisis, the greatest change is often felt in human psychology and attitudes. Literary history bears witness to the fact that writers and poets have always incorporated the social circumstances created by such changes into their works, since literature's primary concern is with human beings and humanity. As it has been said, "There is famine in Damascus, friends have forgotten love," and our literature provides strong evidence of this reality. Whether it is *Khastah-e-Ghalib*, Rajinder Singh Bedi's *Quarantine*, or the opening of Qudratullah Shahab's *Shahabnama*, similar themes appear in European literature as well, such as *The Canterbury Tales*, Daniel Defoe's *A Journal of the Plague Year*, Albert Camus's *The Plague*, and Gabriel García Márquez's *Love in the Time of Cholera*. These works demonstrate how pandemics and crises influence human mood and nature and become an integral part of literary expression. One of the most painful realizations during the recent COVID-19 pandemic has been humanity's helplessness even in the scientific age. Despite constant innovations and the world's intense focus on strengthening defense systems, comparatively little attention has been given to strengthening the human immune system. Scholars such as Dr. Ronald J. Glaser have even emphasized this concern in works like *We Are Not Immune*. Consequently, even today a tiny virus can bring the entire world to a standstill, pushing humanity into an unprecedented isolation where people hesitate to shake hands or even touch their own faces. Loneliness has often inspired literature and enhanced the creative abilities of writers. However, the isolation experienced during the recent pandemic is not voluntary but forced. Writers and poets traditionally resist coercion in all forms; therefore, such enforced isolation tends to generate fear and psychological distress rather than creativity. Interestingly, the French term associated with loneliness also carries the connotation of a decline in creative energy. In the early days of the pandemic, poets and writers across the world were seen reflecting on this atmosphere of fear and solitude. From the time of Camus to the present day, one of the most significant questions for intellectuals has been whether such viruses originate naturally or are the result of laboratory creation.

Keywords: *Camus, "The Plague", Corona Literature, Daniel Defoe, "A Journal of The Plague Year", Elements of Fear, Europe, Garcia Marquez, "Love in a Time of Plague", "Khastu-E-Ghaleb", Qudratullah Shahab, "Shahabnama", Rajinder Singh Bedi,* "Quarantine", "The Canterbury Tales".

Corresponding Author: Dr. Uzma Noreen (Lecturer, Urdu Department, G.C Women University, Sialkot, Punjab, Pakistan) **Email:** Uzma.noreen@gcwus.edu.pk

رویہ و ادب اور سماج کا باہمی تعلق کسی چھپا نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ ادیب اس معاشرے سے اپنا مواد اٹھاتا ہے اور اس کو تخیل کے سکینر سے گزار کر دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔اس لیے اس تعلق کو کمزور نہیں سمجھا جا سکتا۔ ادیب معاشرے کا حساس طبقہ ہے اس لیے وہ سماجی رویے سے متاثر ہوتا ہے۔یہ رویے اس کی تحریروں کا حصہ ہوتے ہیں۔

کرۂ ارض پر اربوں کی تعداد میں وائرس پائے جاتے ہیں اور یہ جسامت میں انتہائی کم ہوتے ہیں۔اتنے کہ مائیکرو سکوپ سے ہی دیکھے جا سکتے ہیں۔ وائرس کے زندہ رہنے کے جو ذریعہ استعمال ہوتا ہے یعنی یوں کہہ لیں کہ جو ا س کا مدد گار ہوتا ہے وہ پیراسائیٹ کہلاتا ہے۔ یعنی ایک خلیے سے دوسرے خلیے میں جاتا ہے اور اس طرح مختلف جان داروں کے خون میں سفر کر کے بیماریاں پھیلاتا ہے۔اس طرح آج تک بدترین بیماریوں میں طاعون،چیچک، ایبولا وائرس، پولیو اور ایڈز وغیرہ جیسی بیماریاں مختلف وائرس کی وجہ سے آئیں اور اب بھی موجود ہیں۔ "کورونا وائرس"بھی اسی طرح کی ایک فیملی کا نام ہے جس سے مہلک اور خطرناک بیماری پھیلتی ہے۔اس کے تحت پھیلنے والی بیماریاں MERSاورSARSجوسانس کے ذریعے سے پھیلیں، شامل ہیں۔یہ وائرس(Covid-19) کہلاتا ہے۔یہ بیماری پہلی بار ۲۰۲۰ء میں چین کے شہر دوہان میں تشخیص ہوئی اوردیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا میں اسی تیزی سے پھیلی کہ پوری دنیا میں خوف کا ایک طوفان آیا۔ ہر جگہ لاک ڈاؤن لگایا گیا۔ کاروبارٹھپ اور ادارے بند ہو گئے اور انسانوں کا ایک دوسرے کے ساتھ میل ملاپ اس قدر محدود ہو گیا کہ ہر جگہ پابندی لگ گئی۔ دنیا کے کمزور ممالک تو اس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ کورونا وائرس ایک ایسا مرض ہے جو عموماً جانوروں اور پرندوں میں اسہال جب کہ انسانوں میں سانس پھولنے اور پھیپھڑوں کے مرض کا ذریعہ بنتا ہے۔ اگرچہ ا س کے اثرات معمولی ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات خطرناک بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔یہ پھیپھڑوں کو ناکارہ بنا سکتے ہیں اور اس طرح گھنٹوں میں بھی نہیں بلکہ منٹوں میں انسان موت کی دہلیز پر پہنچ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہماری دنیا میں پھیلا۔ اس حوالے سے کنزیٰ خالق ماہنامہ بیاض لاہور میں لکھتی ہیں:

"لوگ گھروں میں غیر محفوظ ہو گئے۔جن پر خوف آسیب مسلط ہوا۔ انہیں گھروں سے دور پھینکا جانے لگا۔ مبادا خوف کی یہ شدت باقی مکینوں کو بھی کھاجائے۔ مذہب، رنگ، نسل کے زعم میں جیتے۔ حسب نسب پر اترانے والے،اپنے سگے رشتے سے کترانے لگے۔ ۔خلوص اورتپاک سے گلے ملانے والے ہاتھ ملانے تک سے گئے۔ سانس کی تکلیف سے بےحال کسی کی ایک چھینک کی آواز ایک مصروف ترین عمارت میں لگے الارم کی حیثیت اختیار کر گئی ۔"(۱)

یہی وجہ ہے کہ اس طرح زندگی بہت تنگ اورتاریک راستوں سے گزرنے لگی۔ ہر جگہ خوف کے سائے لہرانے لگے۔اس بیماری کی وجہ سے لوگوں کا ایک دوسرے سے ملنا تقریباً ترک ہوا۔ بازار اور مارکیٹیں سنسان ہو گئیں۔دنیا میں لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے سے کترانے لگے۔اس وجہ سے پوری دنیا کی معیشت کریش ہو گئی۔ بڑے بڑے لیڈراس بیماری کی زد میں آئے۔عمر رسیدہ اور سینے اور پھیپھڑوں کے شکارافراد مرنے لگے۔غرض پوری دنیا میں خوف کا ایک سیلاب آیا جو اپنے ساتھ سب کچھ بہا کر لے گیا، اس پہ طرہ یہ کہ میڈیا نے طوفان اٹھایا ہوا تھا۔مختلف کی ویڈیوز نے دنیا کے کونے کونے میں خوف پہنچا دیاماسک ۱۰ روپے سے اچانک ۱۰۰ سو روپے پر جا پہنچا۔ دیگر اشیائے ضروریہ کی قیمتیں بھی آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ وجہ یہ تھی کہ پوری دنیا میں لوگوں کی نقل و حمل پر مکمل پابندی تھی اور لوگ گھروں میں قید ہو کر رہ گئے تھے۔ پورے ہفتے میں صرف ہفتہ اور اتوار کو لاک ڈاؤن میں کمی آتی تو لوگ اشیائے ضروریہ کی مارکیٹوں پر ٹوٹ پڑتے۔ سانس کی بیماری کی وجہ سے میوبلائزر اور الرجی کی ادویات کی قلت ہو گئی

اور ادویات بلیک میں فروخت ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ مسجد میں امام کے پیچھے کھڑے ہونے والے بھی فاصلے سے کھڑے ہو کر نماز پرھنے لگے۔ لوگ گھروں میں مقید ہو کر رہ گئے۔ ٹرانسپورٹ کا پروگرام معطل ہو گیاتھا۔ سرکاری دفاتر بند ہو گئے تھے۔اسلول، کالج اور یونیورسٹیاں اور دیگر سرکاری ادارے بند ہو گئے تھے۔ آفس ورک کی بجائے ہوم سے ورک چلایا جا رہا تھا۔ دنیا میں پہلی بار حج کے داخلے نہ ہو سکے اور دنیا نے دیکھا کہ چند دن تک کعبے کا طواف بھی موقوف ہو گیا تھا۔ اس سے ادب پر بھی برے اثرات پڑے۔اس سے لوگوں میں دوریاں بڑھنے لگیں۔غرض دنیا"کرونا گردی"کا شکار ہو گئی۔ بظاہر دور رہنے والے ادیبوں اور مصنفین میں ایک نئی لہر جنم لینے لگی اور مختلف پرنٹ اور سوشل میڈیامیں معنی خیز سنجیدہ اور فکاہیہ کالم لکھے جانے لگے۔اس حوالے سے جو بھی ہوسکا کیا گیا اور پوری دنیا کواس مہلک بیماری سے باخبر کیا جانے لگاموت کے خوف سےانسانوں کے اندر ایک ایسا ماحول بنایا کہ سب پر لرزہ طاری ہو گیا۔ جیسے کہ سگمنڈ فرائیڈ موت کے متعلق کہتے ہیں:

"موت سے بڑی اور تسلیم شدہ حقیقت بھلا اور کیا ہو سکتی ہے۔موت فطری ،برحق اور ناقابلِ تردید سچائی اور شاید دنیا کا کوئی انسان بھی اس صداقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن تحلیل نفسی نے دیگر معاملات کی طرح ہمارے اس خیال کوبھی جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔"(۲)

کرونا کی وجہ سے انسانی ذہن بہت متاثرہوااور انسان نفسیاتی طور پر دباؤ کا شکار ہو گیا۔ اس طرح خوف و ہیجان کی کیفیت کا شکار ہو گیا۔نفسیاتی مسائل کی وجہ سے وہ خوف زدہ ہوگیا۔:

"انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس کے دماغ میں آنے والا "کل"پھنسا ہوا ہے۔ کل کیا ہو گا؟ اس کے دماغ میں حادثات، غربت، بھوک اور بیماری کے خطرات چکراتے رہتے ہیں۔ یہ کوئی بری بات نہیں کہ انسان آنے والے کل کی تیاری کرے۔ مصیبت کے لیے پیسے جمع کرے، لیکن ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے کیوں کہ ہر زندہ چیز کو کوئی محفوظ مستقبل نہیں ہوتا۔ اس کا مستقبل صرف اور صرف موت ہی ہے اور اگر کسی کے اہل خانہ کے دل میں اس کی محبت ہی نہیں،اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آنے والی لامتناہی زندگی کی تیاری ہی نہیں تو پھر یہ دولت یا پیسہ اس کے کس کام کا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ویسے بھی بڑھاپا زندگی کو انجوائے کرنے کی انسانی صلاحیت کم کرتا چلا جاتا ہے۔"(۳)

اس وائرس نے ہر ذی روح کو مختلف اندیشوں اور خدشوں کا شکار کر دیا تھا۔ اس کے لیے مختلف حکومتی سطحوں پر SoPs بنائے گئے۔جن پر عمل کرنے کے لیے قوم کو مجبور کیا۔ کسی نے باہر جانا ہوتا تو وہ ویکسین ضرور لگاتا، کسی نے حج پر جانا ہوتا تو ویکسین لازمی قراردی گئی۔اس طرح کوئی بھی سرکاری یا غیر سرکاری ٹرپ بیرون ملک جانے والے مختلف سرکاری اور غیر سرکاری اہل کاروں کو ویکسین لگانے کا پابند کیا گیا۔ غرض اس وبا کی وجہ سے دنیا میں خوف کے ایسے سائے منڈلانے لگے کہ الاماں۔ موت کے خوف سے کوئی بھی مسلمان کوئی کام نہیں چھوڑتا مگر اس بیماری نے اچھے اچھوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہر بندہ ایک ایسی نفسیاتی بیماری کا شکار ہو گیا کہ دوسروں سے دور جانے لگا اور اس نفسیاتی بیماری کو میڈیا نے مزید بڑھایا۔ مختلف طرح کے خوف میں مبتلا کرنے والی ویڈیوز آگئیں۔ ہر زباں پر یہی نعرہ تھا کہ کورونا اور کورونا۔ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت میں بھی یہی بات کرنے لگے کہ اس بیماری سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جائے اور ہائے کورونا ہائے کورونا کی آوازیں آنے لگیں۔ محفلیں ویران ہو گئیں۔ جدائی کا موسم منڈلانے لگا۔ جو ذی روح ذرا بھی سانس کی بیماری میں مبتلا تھا،آخرت کی طرف نکلنے لگا۔ دنیا بھر میں مشہور و معروف اور مذہبی شخصیات کی اموات نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ کائنات کی رنگینیاں ماند پڑنے لگیں ہر طرف موت کا رقص شروع ہو گیا۔ لوگ بزرگوں کے پاس بیٹھنے سے کترانے لگے۔ اس سے بہت سے بزرگ مرنے لگے۔ جو لوگ کرونا سے مرتے اس کا جنازہ بھی خوف کی وجہ سے مشکل سے پڑھا جاتا۔ چند ہفتوں میں پوری دنیا دہشت زدہ ہوگئی۔ ڈپریشن، ڈر اور خوف کی وجہ سے لوگ اپنے پیاروں سے کٹ کر رہ

گئے۔ دنیا میں نفسیاتی مریضوں کی تعداد میں دس گنا نہیں بلکہ تیس گنا اضافہ ہو گیا۔انسانی ذہن منطق اور غیر منطق کے درمیان معلق ہو کر رہ گیا۔اس حوالے سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"ذہن کا ایک حصہ منطق کے بغیر بھی کام کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی کسی نہ کسی حوالے سے کچھ نہ کچھ حصے میں منطق ضرور موجود ہوتی ہے۔ خواب یا مقصد ہوتا ہے، خواب تکلیف دہ صورتِ حال کو نئے سرے سے تعمیر کراتا ہے۔گویا خوابوں میں گریز کا پہلو مکمل طور پر موجود نہیں بلکہ ان میں حالات سے مقابلے کی خواہش موجود ہوتی ہے۔"(۴)

انسان خواب سے حقیقت میں جینے کی سعی کرنے لگا۔کورونا کی صورتِ حال دن بہ دن زور پکڑتی گئی۔ انسان اپنے مستقبل سے مایوس ہونے لگا۔ کسی شہر یا گاؤں میں کوئی اس وبا کی وجہ سے مرتا تو وہاں کے سارے مکین ایک انجانے خوف کا شکار ہو جاتے۔ ڈپریشن بڑھ جاتا اور پوری مخلوق اس خاص علاقے میں جانے کی بجائے وہاں سے نقل مکانی تک کا سوچنے رہتی اور ہرکوئی شعوری یا لاشعوری طور پر اس نفسیاتی جال میں پھنستا چلا گیا۔

یہ بیماری چین کے شہر دوہان میں دسمبر ۲۰۱۹ء میں پھوٹی تھی اور کئی مہینوں بعد یعنی مارچ ۲۰۲۰ء تک کے مہینے میں اس وبا سے مرنے والوں کی تعداد ۲۴ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ اس حوالے سے کورونائی مرض کے اس معاملے کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"کورونا وائرس کے نام سے آشنائی دسمبر ۲۰۱۹ء میں ہوئی اور اس کا ابتدائی مرکز چین تھا، اس کے پھیلاؤ اور علاج کے سارا علاقہ بند کر دیا گیا۔لیکن وائرس چین سے نکل کر ساری دنیا میں پھیل گیا۔"(۵)

اس کی مزید روک تھام کے لیے قرنطینہ، کرفیو، تالا بندی، اجتماعات اور تقریبات پر پابندی یا التوا، عبادت گاہوں میں فاصل رکھنا اور سیاحتی مقامات کو مکمل طور پر بند کرنے جیسے اقدامات ہونے لگے۔ مختلف ممالک میں اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں بند ہونے لگیں۔ یعنی اس وبا نے پوری دنیا کی معاشی، معاشرتی اور اقتصادی صورتِ ہال سخت اضطراب کا شکار ہو گئی۔ضرورت کی اشیا بازاروں میں ناپید ہونے لگیں۔ اس کا سب سے زیادہ نقصان دیہاڑی دار مزدوروں کو ہونے لگا اور دنیا بھر میں غربت بڑھنے لگی۔ اس کے باوکجود پوری دنیا میں میڈیا پر اس وائرس کےمتعلق سازشی انٹرنیشنل چینل گمراہ کُن خبریں پھیلانے میں لگے تھے۔ اس طرح مغرب کے پوپیگنڈہ نیٹ ورک نے چین اور ایشیائی ممالک کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا۔ اپریل کے مہینے میں اس وبائی مرض کے متعلق چند حقائق کا معائنہ کیا گیا تو یہ بات واضح ہونے لگی کہ یہ بیماری اتنی تباہ کُن نہیں جتنی بتائی گئی تھی اور جس کی وجہ سے پوری دنیا کا کاروبار متاثرہو رہا تھا۔ اس طرح آہستہ آہستہ ہر جگہ اور ہر چینل پر اس مغربی پروپیگنڈے کا توڑ لایا گیا اور پھر سب کچھ معمول پر آنے لگا۔ لیکن یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس خوف کی وجہ سے بعد میں بھی کوئی متاثر ہوتا تو گھر کے سارے افراد فوراً ہی کسی اچھے معالج کی طرف دوڑ پڑتے۔ بلکہ اب پھیپھڑوں کی بیماریاں زیادہ تر مریضوں کی جان لے رہی ہیں۔ کسی کو پھیپھڑوں کا مسئلہ ہویاُسے الرجی ہو تو اس کی قوتِ مدافعت آدھی سے بھی کم ہو جاتی ہے اوروہ موت کے خوف سے تھر تھر کانپنے لگ جاتا ہے۔ اب بھی جہاں بھی الرجی کا اثر ہو لوگ وہاں جانے سے کترانے لگتے ہیں۔

بہرحال اس وبا کی ہلاکت خیزی نے پوری دنیا کے کاروبار ٹھپ کر دیئے تھے۔صرف پاکستان ہی ایسا ملک تھا جہاں سمارٹ لاک ڈاؤن کی وجہ سے زیادہ نقصان نہیں ہوا تھا۔وگرنہ پوری دنیا کی معیشت جس جھٹکے کی وجہ سے ہل گئی تھی وہ سب کو پتا ہے۔انسان بیماری اوراس سے پیدا شدہ خوف کو اپنے لاشعور سے بھگا نہیں سکتااور مایوسی آہستہ آہستہ اس کے دل میں جگہ بنانے لگتی ہے۔اس طرح صحت کے مسائل پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ جس طرح کورونا وائرس نے انسانی صحت، سلامتی کے حوالے سے وسیع پیمانے پر دباؤ کے اثرات پیدا کیے۔اس حوالے سے یہ اقتباس قابلِ توجہ ہے:

"انسانی تاریک میں شاید یہ پہلا موقع ہے۔اس وبا نے انسانی اجتماع کو ختم کر کے رکھ دیا ہے اور اس سے حفاظت تنہا رہنے میں ہے ۔جب کہ نسل انسانی کی بقا اجتماعیت میں ہے ۔اصل Dilemma (المیہ)یہی ہے کہ ایک طرف اکیلی زندگی ہے اوردوسری طرف مدت۔ چیلنج یہ ہے فرد معاشرے کا حصہ رہتے ہوئے وبا کے دوران زندہ رہے۔سماجی نظم و ضبط بقا کی ضمانت ہے ۔"(۶)

اس صورت حال میں بین الاقوامی سطح پر کٹھن حالات پیدا ہوگئے تھے اور کورونا وبا نے عالمی معیشت کو بحرانوں میں دھکیل دیا تھا۔اور آگے بڑھتی ہوئی معیشت پچھلی ٹانگ پر چلی گئی تھی۔

چوں کہ کورونا نے عالمی معیشت، سائنس و ٹیکنالوجی،سیاست، معیشت اور تعلیمی اور صحت کے نظام کو متاثر کیا اور ساتھ ساتھ اس نادیدہ وائرس نے انسانی فکر و نظر ، تصورات، نظریات،انسانی مزاج اور زبان و ادب کو بھی گہرے انداز میں متاثر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ کورونائی دور میں ادبا اور قلم کاروں نے اس ضمن میں اپنے قلم کو جہاد کے طور پر استعمال کیا اور ایک متنوع لیکن متوازن ادبی ذخیرہ وجود میں آیا۔ خصوصاً استعارات اور تشبیہات کے حوالے سےاردو شاعری میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ اس وجہ سے اس حوالے سے تخلیق کیے گئے ادب کو بجا طور پر "کورونائی ادب" کہا جائے تو بےجا نہ ہوگا۔ چوں کہ اس وبا کے دور میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی بےبسی کو بھی ادیبوں نے اپنے موضوعات کا حصہ بنایا۔

کورونائی ادب کے ضمن میں مستنصر حسین تارڑ نے ناول"شہر خالی، کوچہ خالی"لکھا،آصف فرخی نے اپنے جذبات واحساسات کو ڈائری کی شکل میں "تالا بندی کا روزنامچہ"کا عنوان دیا۔اس طرح ڈاکٹر جعفر نے عالمی ادب کو کورونائی نقطہ نظر سے کئی مضامین قسط وار شائع کرایا۔ ۲۰۲۱ءکے آغاز میں محمد اعظم ندوی نے کورونا سے متعلق نثری اور شعری تخلیقات کو ایک مجموعے"کورونائی ادب"کے نام سے ترتیب دے کر یکجا کیااور اس طرح اس حوالے سے اپنی خدمات پیش کیں۔ اسی طرح پاک وہند دونوں ممالک میں خاطر خواہ ادب تخلیق کیا گیا۔ محمد شاہد خان کی قرنطینی یاداشتوں پر مشتمل ڈائری بھی ہے جس کا عنوان"کورونا مریضوں کی ڈائری"ہے۔ یہ ڈائری گیارہ ماہ کی لمبی حراست کے حوالے سے بارہ مضامین پر مشتمل ہے۔ان مضامین کی اپنی ایک ادبی اور دستاویزی حیثیت ہے۔ یوں اس نفسیاتی خوف کےحوالے سے یہ ایک قابلِ دید مجموعہ ہے۔ اسی طرح شعرا بھی اس میدان میں کسی سے پیچھے نہ رہے اور اپنے جذبات و احساسات کو منظوم شکل دیتے رہے ۔اس جبری تنہائی کے حوالے سے شاعروں ، پرنٹ اور سوشل میڈیا کو اپنے خیالات کی ترسیل کا ذریعہ بنایا اور مختلف چینلز ، فیس بک اور دیگر ذرائع ابلاغ کو استعمال میں لاتے رہے۔ مختلف قسم کے آن لائن مشاعرے منعقد کیے گئے۔ کانفرنسز ہوئیں اور سیمی نارز بھی کرائے گئے۔ اس طرح مختلف رسائل اور اخبارات نے کورونا کے حوالے سے خصوصی نمبر اور گوشے شائع کرائے۔ مسرت زہرا نے اس وبائی صورتِ حال میں غزلوں اور نظموں کا ایک دلآویز مجموعہ"درد کی دہلیز پر"کتابی شکل میں شائع کرایا۔ جو کرونائی شاعری کا اولین مجموعہ قرار پایا۔

ڈاکٹر عمران ظفر کا کورونا پر مشتمل مزاحیہ مضامین کا ایک دل کش اور پر مزاح مجموعہ بھی منظرعام پر آیا جس نے درد کی ٹیسوں کو کم کرنے میں مدد دی۔ مختلف ادبی سلسلوں جیسے"لاک ڈاؤن اورڈائری"کو شائع کرانے میں اہم کردار ادا کرنے والے پبلشنگ ادارے "ادارہ انحراف"نے اپنا لوہا منوایا۔ اس حوالے سے مختلف شعرا نے اس سلسلے کے بارے میں یوں اظہارِ خیال کیا:

"یہ ادب نہ صرف آج بلکہ آئندہ وقتوں میں بھی وبائی صورتِ حال میں انسانی نفسیات و احساسات اور حالات کو سمجھنے میں مدد گار و معاون ثابت ہو گا اور اس ادب کا تجزیہ آنے والے وقت میں ان سوالوں کا جواب بھی دے گا کہ اس جبری تنہائی اور سماجی دوریوں کو ادب نے کیسے قبول کیا۔ ممکن ہے یہ سوال سمجھنے میں کچھ اور چیزیں بھی ہمارے سامنے آ جائیں، لیکن ایسے کسی تجزیے میں ہنگامی نوعیت فوری

ردعمل اور صحافتی سطح کا ادب یقیناً توجہ کا مرکز نہیں بنے گا۔ بلکہ اپنی تخلیقات سے مدد لی جائے گی کہ فن میں شعریت کے ساتھ گہری معنویت اور سماجی صورتِ حال کو گرفت کیا جائے گا ۔"(۷)

یعنی شاعری کی کتب کی تعداد نثری کتب سے زیادہ رہی۔ غزلیں اور نظمیں تخلیق ہوئیں اور اسی طرح ادبی میراث میں خاطر خواہ اضافے ہوئے۔ اس ضمن میں ایک اہم اقتباس یہ ہے:

"ذخیرہ اندوزوں آفت زدہ مخلوق خدا کو بخشا کہ نہیں؟موقع پرستوں، تاجروں نے لوٹ مار کا بازار گرم کیا کہ نہیں؟ وغیرہ وغیرہ‌یہ سب کی سب باتیں ہمیں اچھی طرح معلوم ہیں لیکن آج سے پچاس سال کے لوگوں کو ان چیزوں کا بالکل بھی علم نہیں ہوگا۔ جب تک آج کا لکھاری اپنے جذبات و خیالات سے ان حالات کی عکس بندی نہ کر ے اور اپنے قلم سے ان واقعات کی منظر کشی نہ کرے۔"(۸)

یوں مجموعی طور پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ کورونائی ادب کے حوالے سے ادیبوں نے اپنی شعری اور نثری تخلیقات میں اس وبا کے حوالےسے اپنے جذبات و احساسات کی مکمل تفہیم پیش کرنے میں اپنا اہم کردار ادا کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ کنزیٰ خالق، ماہنامہ بیاض، لاہور،جولائی ۲۰۲۰ء،ص۱۱۶
۲۔ ڈاکٹر ثوبیہ طاہر، فرائیڈ کے مضامین،نگارستان پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۷ء،ص۲۴
۳۔ محمد ندیم اسلم، مترجم، نفسیات کی سائنس، ص۳
۴۔ ڈاکٹرصفیہ عتاد، راگ رت،خواہش مرگ اور تنہا پھول، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۲۰ء، ص۱۸
۵۔ http//www.facebook.com
۶۔ ایضاً
۸۔ امجد علی امجد، اردو ادب کے معاصر میلانات، کورونائی نثر میں خوف کے عناصر کا تجزیاتی مطالعہ، (مقالہ غیر مطبوعہ)، شعبہ اردو، نمل یونیورسٹی،اسلام آباد، ۲۰۲۲ء،ص